رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۳

THE AKHBAR AL-HAKAM

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

قیمت جو ہر حالت میں پیشگی لیجائے گی۔

والیان ریاست اور امراء سے ۱۰ روپے

معاونین الحکم سے ۵ روپے

سرپرستان الحکم سے ۲ روپے

عوام سے ۱ روپیہ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک وہ قوم اپنی حالت کو نہ بدلے

بیا در بزم مستان تا بینی عالمے دیگر — بہشتے دیگر و البیس دیگر آدمے دیگر

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی (عرفانی)

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۷-۱۴-۲۱-۲۸- کو ہر انگریزی مہینہ کی شائع ہوتا ہے۔

چہ گویم با تو گر آئی بچہار در قادیاں بینی — دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۵ | مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۲۳ء یوم چہارشنبہ | نمبر ۹

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دوسری تقریر

جو سالانہ جلسہ پر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو بعد نماز ظہر و عصر فرمائی

ظہر و عصر کی نماز کے بعد حسب معمول حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دوسری تقریر تھی۔ تقریر سے پہلے حافظ روشن علی صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور خان صاحب قاسم علی خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک نظم پڑھی اس کے بعد آپ نے تقریر شروع فرمائی۔

یہ تقریر میں اپنی ذمہ داری پر اپنے نوٹوں سے مرتب کرتا ہوں اور اس لحاظ سے کہ جلد سے جلد احباب کو پہنچ جانی چاہیئے میں اسے الحکم کے ذریعہ شائع کرتا ہوں اسی طریق پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں میرا تھا۔ دفتر تالیف و اشاعت اغلب ہے ان تقریروں کو اپنے طریق پر سال کے آخر میں یا جب اسے موقعہ ملے شائع کرے۔ میں اس وقت کا انتظار غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

مجھے صاف لفظوں میں اعتراف ہے اور میں نے بارہا کہا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے کلام میں آمد اور روانی اتنی ہوتی ہے کہ اس میں سے بعض فقرات کا رہجانا ممکن نہیں یقینی ہے مگر مفہوم کو حتی الوسع ضائع نہیں ہونے دیا گیا بہرحال میں اپنے نوٹوں سے لے کر شائع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیئے خضر راہ بنا دے۔ اور توفیق عمل دے۔ آمین

عرفانی

آپ نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ کی چند آیات تلاوت فرما کر تقریر شروع کی۔ اور فرمایا۔ میرا ارادہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل کے ماتحت ایک ایسے مضمون پر بولنے کا ہے جو گو اس مضمون کی اہمیت کو تو نہیں پہنچ سکتا جو الگزشتہ میں نے سنایا تھا کیونکہ پچھلے سال میں نے ذات باری پر تقریر کی تھی اور کوئی مضمون اسکے برابر نہیں پہنچ سکتا مگر اس میں شک نہیں کہ جو مضمون آج میں بیان کروں گا یہ

ذات باری کے سمجھنے کے لیئے بہت اہم ہے

بلکہ اگر انسانی نقطہ خیال سے دیکھا جاوے تو نہایت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو مستثنیٰ کرکے یہ مضمون سب سے اہم ہے وہ مضمون کیا ہے؟

وہ مضمون ہے نجات

درحقیقت انسان کو سب سے بڑی چیز جو مطلوب ہوتی ہے وہ نجات ہے۔ دنیا کی تمام شاندار چیزیں اگر میسر ہوں لیکن اگر نجات نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

مثل مشہور ہے کہ اگر جان ہے تو جہان ہے۔ صحت و عافیت نہ ہو اور دنیا بھر کے آرام اور لذات حاصل ہوں کچھ حقیقت انکی نہیں اور کوئی چیز بھی اچھی نہیں لگتی۔ ایک بیمار انسان کو شاندار کی وسعت اور آسمان کی جو سے زمین کے سبزہ زاروں اور خوشنما نظاروں سے کوئی لطف نہیں آسکتا اور وہ تمام چیزیں جو انسانی زندگی کے آرام اور ذوق کا ذریعہ ہیں اسکیلیئے تلخ اور ناگوار ہو جاتی ہیں محض اسلیئے کہ اس کو

صحت کی خوشی حاصل نہیں

وہ ایک دکھ میں مبتلا ہے اور وہ دکھ تمام راحتوں اور سکھوں کو دکھ ہی سے بدل لیتا ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو میرے اس شعر میں ہے

خلق و تکوین جہاں راست بہ پیچ پو چھو تو
بات تب ہے کہ مری بگڑی بنائے کوئی

اگر میری روح کو کوئی بنا دیتا ہے تو مزہ ہے ورنہ دنیا کا یہ دل کش نقشہ کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔

غرض

یہ مضمون نجات ہمارے نقطہ نگاہ سے سب سے اہم ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ احباب اسے غور سے سنیں گے کیونکہ یہ انکی اپنی ذات کے لیئے نہایت مفید ہے یہی انکی زندگی کا اصل مقصود اور مدعا ہے کہ نجات حاصل ہو۔

علمی اور عملی پہلو

اس میں شک نہیں کہ جب کسی مضمون کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے تو اس مضمون کی تکمیل کے لیئے اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے علمی اور عملی پہلوؤں پر خوب روشنی ڈالی جاوے اور جب تک اسکی پوری تحقیق بیان نہ کی جاوے یہی نہیں کہ وہ بات سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس سے کوئی دلچسپی پیدا نہ ہو کر عملی قوت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اور ہماری

الفضل اخبار یعقوب علی صاحب عرفانی

غرض یہ ہے کہ

عملی قوتیں ترقی کریں

کسی کام کے کرنے کے لیئے کئی باتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے پہلی بات شوق ہے شوق والا دوسرے سے جو شوق نہیں رکھتا آگے نکل جاتا ہے اسلیئے کہ وہ شوق اسکی عملی قوتوں کو تیز کر دیتا ہے اور طبیعت آسانی کے ساتھ عمل کے لیئے طیار ہو جاتی ہے اور اسکا دل اور دماغ آسانی سے اس کام میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اس میں اسے ایک لذت اور ذوق ملتا ہے مگر یہ شوق آدمی کے دل اور دماغ پر ایک بار ہوتا ہے اور وہ اس کے ماتھ اور عملی قویٰ کا ساتھ نہیں دیتے وہ جلد تھک جاتا ہے اور اسکے کام میں یکرنگی نہیں ہوتی۔ اسلیئے پہلی چیز شوق ہے مگر یہ شوق تکمیل علم کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہے دیکھو کالج کے طالب علم جس شوق سے پڑھتے ہیں سکول کے طالب علموں میں وہ شوق نہیں ہوتا اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ علمی لذت جو تکمیل کے ساتھ پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے سکول میں نہیں ہوتی۔ بظاہر کالج کے طالب علم پھرتے نظر آتے ہیں حالانکہ انکی کتابیں بڑی ہوتی ہیں مگر چونکہ ان میں ایک علمی شوق پیدا ہو گیا ہوتا ہے اسلیئے جس قدر وقت بھی ان کتابوں کے لیئے وہ دیتے ہیں چونکہ دل اور دماغ ایک لذت اور شوق کے ساتھ انکو پڑھتے ہیں اسلیئے بھی نہیں کہ دل و دماغ پر بوجھ نہیں ہوتا بلکہ تھوڑے وقت میں وہ بہت کچھ کر لیتے ہیں برخلاف اس کے کہ چھوٹے بچے جب مدرسہ میں جاتے ہیں تو علمی شوق ہوتا نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ پاگل ہو گئے ہیں جو ہمکو مدرسہ بھیج رہے ہیں

دیکھو

محنت دونو کرتے ہیں مگر ایک کی محنت کے ساتھ شوق بھی ملا ہوا ہے اور دوسرے کی محنت میں شوق نہیں اسلیئے وہ تکلیف دہ بوجھ ہی ہے۔

غرض

یہ ضروری امر ہے کہ کسی کام کے کرنے کے لیئے شوق مقدم ہے اور چونکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ مضمون کی تکمیل کے لیئے اسکے علمی اور عملی پہلوؤں کو ظاہر کیا جاوے میں

نجات کے علمی اور عملی حصہ پر نظر کرونگا

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون شروع کروں اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بیس سال کا تفرقہ کس موقعہ پر کہا گیا تھا کہ قرآن کریم علم کی طرح پڑھایا جاوے اور دو سال میں قرآن کریم کے ختم کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس درس میں جو اگست کے مہینہ میں ہوا کئی سو کے قریب آدمی باہر سے شریک ہوئے۔ اور یہ تسلی دینے والی بات ہے انھوں نے جس شوق اور محنت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا تھا اس سے بہت خوشی ہوئی، گھنٹہ تک تو میں پڑھاتا تھا پھر صرف و نحو کا وقت تھا اور میر محمد اسحٰق صاحب نے ایک سلسلہ ضروری اور اہم مضامین پر لیکچروں کا شروع کیا ہوا تھا۔

وہ اڑھائی گھنٹہ وہاں بھی لگ جاتے تھے اور روزانہ امتحان بھی لیا جاتا تھا اور تین سوال لکھ کر دیئے جاتے تھے انکا جواب تحریری دینا ہوتا تھا۔ پھر آگے درس ہوتا تھا۔ غرض آموختہ یاد کرنا اور آگے کی طیاری کرنا۔ امتحان دینا یہ معمولی محنت نہ تھی مگر مجھے معلوم ہوا کہ وہ لوگ راتوں کو بیٹھ کر یاد کرتے تھے یہ ساری محنت اور مصروفیت انکو بوجھ نہیں معلوم ہوتی تھی اسلیئے کہ اس کے ساتھ

شوق تھا

بہت کوشش اور محنت کے باوجود دس پارے مکمل ہو سکے میں نے چونکہ دو سال میں ختم کرنے کا ارادہ کیا ہے اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ اور توفیق بھی اُس کے ساتھ ملجاوے اسلیئے میں اعلان کرتا ہوں کہ اس سال میں نے

بیس پارے ختم کرنے کی نیّت کی ہے

تاکہ مقررہ وقت میں ختم ہو جاوے اسلیئے جو احباب اس سال شریک ہوئے تھے وہ ابھی سے اسکی نیت کر لیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین +

میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے سمجھنے سے جو لذت اور تازگی۔ روح میں پیدا ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ جو شخص کو چاہیئے کہ اس نعمت اور لذت کے حاصل کرنے میں کوئی پیچھے نہ رہ جاوے اور وہ ابھی سے طیاری کریں۔

میری دلی خواہش یہی ہے کہ ہر سال یہ مہینہ درس کا رکھا جاوے اور اس طرح پر ساری جماعت آکر اسکو سُن لے۔

پھر یہ بھی نیت اور ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ درس شائع ہو جاوے تاکہ اسکا فائدہ اور بھی وسیع ہو سکے۔

کچھ کام اسکا شروع کر دیا ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ چاہے تو جلسہ کے بعد اور پھر اُسکے فضل سے اُمید ہے کہ جسقدر طیار ہو جاوے وہ شائع کر دیا جاوے۔

اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ کتاب شائع ہو جائے گی تو اس کے ذریعہ ہی پڑھ لیں گے دیکھو قرآن شریف بھی تو کتاب ہے پھر اسکے بھی سامنے بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے اصل بات یہ ہے کہ جو شخص سامنے بیٹھ کر پڑھتا ہے۔

اُسپر توجہ کا اثر ہوتا ہے +

اور ان دعاؤں کا بھی اثر ہوتا ہے جو سننے والوں کے لیے کیجاتی ہیں کہ

خدایا یہ ضائع نہ جاوے

کتاب کے ساتھ وہ توجہ نہیں جا سکتی۔ اور ذاتی خیال کا جو فرق ہوتا ہے وہ بھی کتاب کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ پڑھنے والے جو سوال کرتے ہیں وہ بھی ساتھ نہیں جاتے غرض خود یہاں آکر پڑھنا ایک خاص اثر اور نتیجہ رکھتا ہے اور وہ لوگ جو اس سال آئے تھے وہ اسکو خوب جانتے اور محسوس کرتے ہیں پس ہر شخص یہ نیت کرے کہ وہ اسطرح قرآن مجید کو پڑھے گا۔ اگر وہ اس سال نہیں آسکتا تو دوسرے سال سہی مگر نیت ابھی سے کر لینی چاہیئے کہ اسکا بھی ثواب اور اثر ہے اور خدا توفیق دیتا ہے۔

اصل مضمون کی طرف رجوع

اس اعلان کے بعد میں اب اصل مضمون کی طرف آتا ہوں جو نجات کے متعلق ہے +

پہلا سوال نجات کے متعلق یہ ہے۔

کیا نجات فطرت انسانی میں داخل ہے؟

اسکی اہمیت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ نجات فطرت انسانی میں داخل ہے ہر قوم اور ملک کے لوگ نظر آتا چاہتے ہیں کہ نجات حاصل ہو خواہ وہ کچھ بھی اسکا نام رکھیں اور اس کے حاصل کرنے کا کچھ بھی طریق ظاہر کریں مگر یہ اجماعی طور پر پایا جاتا ہے کہ نجات کے خواہاں ہیں

جسطرح ہستی باری تعالیٰ کا وجود فطرت میں داخل ہے کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ کے وجود کا خیال نہ ہو اسی طرح طبعی طور پر یہ خیال بھی آتا ہے۔

یہ ایک جدی بحث ہے کہ وہ خیال طبعیات یا سائنس کے مقابلہ میں ٹھہرتا ہے یا نہیں مگر آتا ہے ضرور ہے۔ اسلیئے یہ تو ظاہر ہے کہ نجات انسانی فطرت میں داخل ہے ہاں اسکا ثبوت کہ یہ کیونکر انسانی فطرت میں داخل ہے یہ ہے کہ

دنیا کے تمام مذاہب میں نجات کا مسئلہ ہے

جسطرح پر دنیا کے ہر گوشہ میں ہر قوم میں خدا کا خیال پایا جاتا ہے۔ جنگلیوں میں جا کر دیکھو یہانتک کہ آسٹریلیا کے اصلی باشندوں میں (جنکو یورپ والوں نے ہلاک کر دیا ہے) بھی خدا کا خیال موجود تھا۔ جاہل سے جاہل اور وحشی سے وحشی اقوام بھی اس خیال سے کبھی الگ نہیں ہوئیں۔

غرض تمام قوموں میں خدا کا خیال پایا جاتا ہے میں نے دنیا کے تمام گوشوں کی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت گہری نظر سے مطالعہ کی ہیں کہ آیا وہ خدا تعالیٰ کے وجود کے متعلق کوئی خیال رکھتی ہیں یا نہیں؟ تو مجھے کوئی قوم اور اس ملک کے رہنے والے نہیں ملے جنمیں خدا تعالیٰ کا خیال کسی نہ کسی رنگ میں موجود نہ ہو اسی طرح میں نے ان قوموں کے حالات اور معتقدات کو پڑھا تو مجھکو کوئی قوم ایسی نہیں ملی جو نجات کا عقیدہ نہ رکھتی ہو میں بڑے بڑے مذاہب کا ذکر کروں گا۔ ان تمام موجودہ مذاہب کی کتابوں کو دیکھا تو ان میں

نجات کا مسئلہ موجود پایا

عیسائیوں کا تو سب سے بڑا مسئلہ ہی یہی ہے۔ ہندو نجات کو مکتی یا موکش کہتے ہیں۔ انکا بھی عقیدہ ہے کہ نجات ملنی چاہیئے۔ اور آخر نجات کی ایک صورت قرار دیتے ہیں۔

یہودی مذہب میں بھی نجات کا مسئلہ ہے جو بائبل کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے گو وہ لفظ نجات نہ بولیں۔

زرتشتیوں یعنی ایرانیوں کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ

نجات حاصل کرنی چاہیئے

پرانے مذاہب جنکو وحشی مذاہب کہتے ہیں جیسے مصری، جاپانی وغیرہ ان میں بھی نجات کا مذہب ہے چھ سات ہزار برس کے آثار قدیمہ سے پتا لگتا ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں رکھتے تھے اور تعویذ رکھتے تھے جن سے غرض یہ ہوتی تھی کہ ان کی نجات ہو جاوے۔

جسقدر اس تحقیقات کو چاہو لیا کرو اونی سے اونی مذاہب میں بھی یہ بات ملے گی کہ وہ نجات کے متعلق

عقیدہ ضرور رکھتے ہیں +

مگر عجیب بات یہ ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب نجات خدا تعالیٰ کے وجود کے اعتقاد کے مقابلہ میں بھی کچھ ہی نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعض قومیں ایسی بھی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا تو انکار کرتی ہیں مگر نجات کے عقیدہ کو وہ بھی نہیں چھوڑ سکتی ہیں۔ جیسے ہندوستان میں بدھ اور جینی ہیں بدھ اگرچہ خدا کے قائل تھے مگر اب انکی پوزیشن یہ ہے کہ وہ اس اعتقاد سے وابستہ نہیں رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

خدا ہے یا نہیں مگر اصل چیز یہ ہے کہ نجات حاصل کرنی چاہیئے

کیونکہ وہ اپنے دکھوں کے دور کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ جینی تو صاف طور پر کہتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں مگر بایں ہمہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

انسان کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ نجات حاصل کرے

پس سب مذاہب کے اتفاق سے یہ ثابت ہوا کہ نجات کا عقیدہ ایک فطرتی عقیدہ ہے اور یہ مسئلہ فطرت کا مسئلہ ہے جو کسی حالت میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔

جب وہ قومیں جو خدا کی منکر ہیں نجات کے لئے کوشش کرتی ہیں تو خدا کے ماننے والی قوم کی ذمہ واری کسقدر ہے؟

پھر اس زمانہ میں ہندوؤں میں ایک فرقہ دیو سماجی ہے جو خدا کے منکر ہیں مگر اسبات کے قائل ہیں کہ انسانی روح بڑے مراتب حاصل کر لیتی ہے۔

پھر سب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ

یورپ کے دہریئے بھی نجات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں

ہیں میں شک نہیں کہ نجات کی تعریف میں اختلاف ہے مگر یہ سب مانتے ہیں کہ نجات حاصل کرنی چاہیئے

پرانے زمانہ میں ایک لطیف واقعہ ہوا ہے جو انسانی طبیعت پر عجیب اثر ڈالتا ہے اور وہ بدھ کا واقعہ ہے۔ بدھ کے معنے ہیں جو جانا ہوا ہو یا عارف۔ باقی آئندہ

ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کا خیال رکھیں

میں نے ہدایات متعلق چندہ میں بڑے زور سے شائع کیا تھا کہ ہر ایک جماعت کے سکرٹری صاحبان ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک جسقدر بھی چندہ ان کے پاس جمع ہو وہ میرے دفتر میں پہنچا دیا کریں لیکن بعض بڑی بڑی جماعتوں کے عہدہ داروں نے بھی اسطرف توجہ نہیں کی اور میں اس ہفتہ میں ہر ایک ایسی جماعتوں سے جنکا چندہ میرے دفتر میں ۲۰ فروری ۲۳ء تک نہیں آیا جوابات لے رہا ہوں اسلئے اعلان کرتا ہوں کہ ۲۰ فروری تک رقم ارسال کرنیکے وجوہات ارقام فرماویں کہ اسوجہ سے چندہ ارسال نہیں کیا گیا اور آئندہ ہر ماہ کی ۲۰ تک ہر ایک قسم کا چندہ اس دفتر میں پہنچ جایا کرے میں امید کرتا ہوں کہ عہدہ داران کو یاد دہانی کی ضرورت نہ آنے دینگے۔

افراد کی خدمت میں علیحدہ خطوط کے ذریعہ اور اخبارات کے ذریعہ عرض کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی جماعت میں شامل ہو کر اپنا چندہ بجائے علیحدہ ارسال کرنے کے جماعت کے ساتھ بھیجا کریں۔ اپنی جگہ پر یا کسی قریب یا اپنے وطن کی جماعت میں شامل ہوں اور مجھے اطلاع دیں۔ جن احباب کو خط ملے ہوں ۱۲

۱۲ یا اخبار کے ذریعہ اطلاع ہو گئی ہو انکو چاہیئے کہ اس دفتر کو اطلاع کریں کہ وہ کس جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ ہر ایک جماعت کا عہدہ دار جو روپیہ ارسال کرتا ہے اسے چاہیئے کہ جس تاریخ پر روپیہ ارسال رقم جماعت کے نام

احمدی خواتین کی شاندار مالی قربانیاں برلن مسجد کیلئے

برلن مسجد کے مینار زبان حال سے احمدی خواتین کے مذہبی جوش کا اعلان کریں گے

جب سے یہ تحریک عام ہوئی ہے کہ برلن کی مسجد صرف احمدی خواتین کے چندہ سے بنائی جائیگی احمدی خواتین کے مالی ایثار و قربانی کے سمندر میں ایک تلاطم برپا ہو رہا ہے جس خلوص اور جوش کے ساتھ احمدی خواتین اپنے زیور و نقد کو اس مسجد کی تعمیر کے لئے نثار کر رہی ہیں اسکی مثال ان گزشتہ تیرہ سو سال کے اندر نہیں ملیگی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے احمدی خواتین کی یہ بے نظیر مثال سنہرے حروف کے ساتھ سلسلہ کی تاریخ میں لکھی جائے گی +

اسوقت موقع نہیں کہ میں نام بنام تمام بی بیوں کے اخلاص و عقیدہ کا ذکر کروں یہ اعلان برلن مسجد کے میناروں سے دنیا کے آخر ہونے تک ہوتا رہیگا اور خدا کے فرشتے ان نیکدل خواتین پر سلام بھیجتے رہینگے۔ جو اسوقت اسلام کی حمایت اور نصرۃ کیلئے اپنے سونے چاندی کے زیورات کو جو آخر ایک نہ ایکدن انسے ضرور علیحدہ ہو جاتے خوشی خوشی الگ کر رہی ہیں۔

ایثار کے ان نمونوں کو ناظر صاحب بیت المال کے دفتر میں دیکھنا قلب پر ایک عجیب اثر پیدا کرتا ہے جبکہ وہ مختلف جہات سے آئے ہوئے بیمہ کے پارسلوں کو کھولتے ہیں ایک ایک پارسل ایک ایک زیور

ان نیکدل خواتین کی قربانی کی ایک مجسم داستان ہوتا ہے۔ پھر ناظر صاحب جب حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور رپورٹ پیش کرتے ہیں تو ان نیکدل بی بیوں کے لئے خدا کا پیارا خدا کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس لذت اور جوش کو دوسرا محسوس بھی نہیں کر سکتا اسکے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو فرشتے قبولیت کے ہاتھوں سے رب العرش کے حضور لے جاتے ہیں

وہ وقت ان بی بیوں کی خوش قسمتی پر عجیب رشک کا وقت ہوتا ہے کاش وہ الفاظ میرے پاس ہوتے کہ میں اس خوش قسمتی کے لئے ان خواتین کو مبارک باد دے سکتا۔ کاش! کوئی صورۃ ہوتی کہ میں اس مرقع کو کھینچ سکتا۔ یہ بیبیاں ان سنہری روپہری زنجیروں سے جو انکو اس سرپرست نہایت محبوب اور پیاری تھیں خدا کی راہ میں قربان کر کے حقیقت میں ان زیورات کو حاصل کر رہی ہیں۔

جنکی قدر و قیمت دنیا کا کوئی جوہری نہیں بتا سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی دعائیں اور خدا کے فرشتوں کا آمین کہنا چھوٹی سی بات نہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان خوش قسمت بہنوں کو بار بار مبارک باد دوں۔

اسوقت تک مختلف مقامات میں یہ تحریک زور شور سے جاری ہے انفرادی طور پر بعض خواتین نے کامل قربانی کا نمونہ دکھلایا ہے میں بعض کا تذکرہ کرنا اسلئے ضروری سمجھتا ہوں تا اس قربانی میں مسابقت بالخیرات کی تحریک ہو۔

مکرمی جنرل اوصاف علیخان صاحب کمانڈر ان چیف ناصر کی بیگم صاحبہ نے (جو میرے مکرم و محترم خان بہادر ذوالفقار علیخان صاحب کی دختر ہیں) دو سو سے زائد روپیہ کا زیور بھیجا ہے اور کچھ اور روپیہ بھی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے اور مجھے اس تحریر کے وقت تک یقین کہ وہ دو سو کے قریب اور بھیج چکی ہیں اگر جنرل صاحب سلسلہ میں نئے ہیں مگر بنت ذوالفقار علیخان صاحب نے اپنے والد سے اس جوش اور اخلاص کو ورثہ میں لیا ہے۔

سلسلہ کے ایک نہایت قدیم مخلص سردار لفٹنٹ بہادر محمد ایوب خان صاحب پنشنر مراد آبادی کی اہلیہ نے اکیسو آٹھ روپیہ چودہ آنے بھیجے ہیں ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل صاحب کی بیگم صاحبہ نے تین سو دیا ہے۔ الحکم کے ناظرین جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب حضرت نانا جان صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔

نوشہرہ سے بابو نصر اللہ صاحب اور سیر اور میاں کمال الدین صاحب ہیڈ کلرک کی بی بیوں نے اکیسو اسی روپیہ بھیجے ہیں۔ ایسا ہی سلسلہ کے نہایت قدیم مخلص اور احباب سیالکوٹ کی پرانی یادگار چودھری محمد حسین صاحب کی بیوی اور بیٹیوں اللہ بھاوج نے دو ہزار کے قریب زیور بھیجا ڈاکٹر محمد عظیم اللہ صاحب کی بی بی لطیفن نے پانچسو روپیہ کے روپیہ کے زیورات بھیجے ہیں یہ بی بی اپنے اخلاص میں فی الحقیقت لطیفن ہی ہیں مسجد لندن میں بھی اسنے چندہ دیا تھا۔ دین کاموں کے لئے انکو خاص جوش دیا گیا ہے۔

میرے مکرم و معظم بھائی خان بہادر محمد علیخان صاحب جو سرحد پر پولیٹکل افسر ہیں اور سلسلہ کے عشق میں ایک فدائی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے ایمان اور جوش ایثار کا اثر انکی نیکدل بیگم پر بھی پڑا ہوا ہے جو اس اخلاص میں شوہر سے ہرگز کم نہیں بلکہ میرے لئے مشکل ہے کہ تمیز کر سکوں کہ دونوں میں کون بڑھا ہوا ہے۔ انہی نے ڈیڑھ ہزار روپیہ بھیجا ہے

چھوٹی چھوٹی رقوم بہت سی ہیں وہ خدا کے حضور چھوٹی نہیں بلکہ بہت بڑی ہیں اسلئے کہ دینے والیوں کے اخلاص و عقیدت کی نذر ہے اور بعض صورتوں میں انکی ساری پونجی وہی ہے

مجھے یقین ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح جب ان چند لاکھ کچھ توجہ فرمائیں گے تو ان بی بیوں کے ایمان اخلاص میں ترقی ہوگی۔

اب میں

کسی قدر ذکر لاہور اور سیالکوٹ کی جماعتوں کے چندہ کا کرنا مناسب نہیں سمجھتا لاہور کی مستورات کا چندہ سلسلہ کے سرگرم کارکن مکرم قریشی صاحب نے اٹھارہ سو کے قریب بھجوایا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو دیا جاوے وہ ہر طرح قابل قدر اور لائق شکریہ ہے اور خدا کے حضور کم و بیش اصطلاحیں نہیں ہیں مگر سابق بالخیرات ہونے کی تحریص خدا کی کتاب بھی دلاتی ہے۔ اسلئے اگر میں کسی جماعت کے چندہ کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے میری غرض محض یہ مقصد ہے کہ ان میں توجہ دلاؤں

کہ حضرت امام ہمام کی کیا توقعات انکے متعلق ہیں

لاہور کی خواتین کے متعلق حضرت امام نے اپنے اعلان میں فرمایا ہے کہ لاہور کے مردوں کی طرح جنھوں نے قادیان کے برابر چندہ مسجد لندن میں دیا تھا لاہور کی خواتین اپنی قادیان کی بہنوں کے برابر چندہ دینے کی کوشش نہیں کریں گی ؟

قادیان کی عورتوں نے دس ہزار کے قریب دیا ہے حضرت امام ہمام کی خواہش ہے کہ لاہور کی خواتین اس سے پیچھے نہ رہیں۔ کیا میں

اپنے واجب الاحترام بھائی سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ قادیان کے چندہ کے برابر بھیجکر لاہور کی خواتین کو سبک دوش سمجھتے ہیں ؟

میں لاہور کی احمدی خواتین سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ حضرت امام کے منشاء کو پورا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہنے دینگی بشرطیکہ لاہور کی انجمن اپنے فرائض کو پورے طور پر ادا کرے۔ دوسری جن جماعتوں کا نام لے کر حضرت امام نے خطاب کیا ہے اُن میں سے ابھی تک سیالکوٹ کی جماعت کی خواتین کا اندازہ ڈیڑھ ہزار کے قریب آیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان کے بعد سیالکوٹ سے محبت تھی اور سلسلہ کے ابتدائی ایام میں سیالکوٹ تمام جماعتوں کے لئے نمونہ کی جماعت تھی۔ کیا سیالکوٹ کے احباب چاہتے ہیں کہ انکا یہ طرۂ امتیاز کسی اور کو دیا جائے ضرورت تو اس امر کی تھی کہ یہ پچاس ہزار کی تحریک لاہور سے آگے نہ جاتی لیکن حضرت امام نے جبکہ سب کو شرکت کا موقعہ دیا ہے اور بعض جماعتوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی ہے اور ان کے اخلاص پر خاص توقع کی ہے ہماری سعادت کا اقتضاء ہے کہ اسی خدا کے فضل اور توفیق سے پورا کریں مجھے اُمید ہے کہ میں اگلی اشاعت تک انشاء اللہ العزیز لاہور کی تلافی مافات کا اعلان کر سکوں گا +

کاتب الحکم اس مضمون کو لکھ چکا تھا کہ ۲۷ کی بیرنگ کی ڈاک میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک مضمون دارالامان میں برلن مسجد کے متعلق پہونچا۔ جس کی اشاعت اہم اور ضروری ہے۔

اس لئے اور مضامین کو نکال کر میں اسے سب سے پہلے شائع کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ خدا کے فضل سے یقین ہے کہ یہ تحریک احمدی خواتین میں ایک نئی زندگی پیدا کر دے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الناصر

مخلص بہنوں کے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اخلاص کا نمونہ

مسجد برلن

مجھے مسجد برلن کے چندہ کے متعلق اعلان کئے ایک ماہ نہیں گزرا کہ ہماری بہنوں کے اعلیٰ درجہ کے اخلاص اور بےنظیر ایثار کے سبب سے چندہ کی رقم بیس ہزار سے اوپر نکل چکی ہے۔ ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے اور درحقیقت ہمارے پاس ایمان اور محبت باللہ اور صداقت کی متاع کے سوا کوئی حقیقی متاع ہے اور کوئی دنیوی متاع اور سامان نہیں ہے مگر باوجود اسکے صرف چند جماعتوں اور خاندانوں نے اس جلدی سے اس چندہ کو نصف حد تک پہنچا دیا۔ اگر دوسری جماعتوں نے اسی اخلاص اور جوش سے چندہ دیا تو مطلوب رقم سے بڑھ کر انشاء اللہ چندہ ہو جائیگا جس سے مسجد کی آبادی کا سامان بھی ہو سکے گا میں چاہتا ہوں کہ دوسری بہنوں کو تحریص دلانیکے لئے اور اسلئے کہ مخلصین کے اخلاص کا اظہار ہو کر جماعت میں انکے لئے دعا کی تحریک ہو بعض خاص خاص خاندانوں اور جماعتوں کے چندہ کا جنھوں نے قابل رشک نمونہ دکھایا ہے ذکر کروں۔ قادیان سے باہر کے خاص چندوں میں سب سے اول نمبر پر کپورتھلہ کے صاحب سابق کمانڈر انچیف ریاست خیرپور کی اہلیہ کا چندہ ہے جنھوں نے اپنا کل زیور اور اعلیٰ کپڑے قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ فی سبیل اللہ دیکر ایک نیا مثال قائم کی ہے۔ دوسری مثال اس قسم کے اخلاص کی چودھری محمد حسین صاحب صدر قانونگو سیالکوٹ کے خاندان کی ہے۔ انکی بیوی بھاوج اور بہو نے اپنے زیورات قریباً سب کے سب اس چندہ میں دیدیئے ہیں جنکی قیمت اندازاً دو ہزار روپیہ تک پہنچتی ہے۔ تیسری مثال اس قسم کے اخلاص کے نمونہ کی سیٹھ ابراہیم صاحب کی صاحبزادی کی ہے اس مخلص بہن نے بھی اپنے کل زیورات جو اندازاً ایک ہزار روپیہ قیمت کے ہیں چندہ میں دیدیئے ہیں۔ چوتھی مثال اعلیٰ درجہ کے اخلاص کی خان بہادر محمد علی خان صاحب اسسٹنٹ سرجن حال افسر چکدرہ کی اہلیہ صاحبہ و دختر کا ہے جنھوں نے اپنا زیور جسکی قیمت اندازاً اٹھارہ سو روپیہ سے زائد ہوگی اس چندہ میں دیا ہے بلکہ خان بہادر صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے اپنی مرحومہ دختر کا زیور جو انھوں نے بطور یادگار رکھا ہوا تھا مرحومہ کی طرف سے چندہ میں دیدیا ہے (بقیہ زیور مرحومہ کا جو اٹھارہ سو روپیہ سے زائد کا تھا خان بہادر صاحب مسجد احمدیہ بنوں کے لئے پہلے دے چکے ہیں)

پانچویں مثال اعلیٰ درجہ کے اخلاص کی حبی فی اللہ میاں عبداللہ صاحب سنوری گرداور ریاست پٹیالہ کی بیوی اور بیٹی اور بہو کی ہے جنھوں نے نہایت محدود ذرائع آمد ان کے باوجود دو سو روپیہ سے اوپر چندہ میں بصورت نقد اور زیور دیا ہے۔ میاں عبداللہ صاحب حضرت مسیح موعود کے سب سے قدیم صحابہ میں سے ہیں اور اخلاص اور محبت میں ایسے بڑھے ہوئے ہیں کہ خدمت سلسلہ کے جوش میں اپنی جان پر ظلم کرنے ہی میں راحت محسوس کرتے ہیں اور یہی جوش اور اخلاص ان کے گھر کے مرد و عورت میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ ان کے گھر کا یہ چندہ درحقیقت بہت سی آسودہ حال لوگوں کے لئے ایک واعظ ہے کیونکہ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ کس طرح مومن کو چاہیئے کہ اپنے ایمان پر ہی خوش نہ ہو بلکہ اپنے بیوی بچوں میں بھی ویسا ہی جوش پیدا کرنیکی کوشش کرے چھٹی مثال اخلاص کے اعلیٰ نمونہ کی ڈاکٹر اعظم علی صاحب جالندھری متوطن کی اہلیہ صاحبہ کی ہے جنھوں نے پانچسو روپیہ اس غرض کے لئے دیا ہے یہ بہن نہایت مخلص ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ہمیشہ دین کی خدمت میں بیش از بیش حصہ لیتی ہے۔ ساتویں مثال اخلاص کی اہلیہ صاحبہ خان بہادر صاحب خان صاحب لون اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر حال میر منشی فائنشل کمشنر صاحب بہادر پنجاب کی ہے جنھوں نے پانچسو روپیہ اس مد میں دیا ہے آٹھویں مثال ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب امیر جماعت امرتسر کے خاندان کی ہے کہ ان کے گھر کی عورتوں نے تین سو روپیہ چندہ دیا ہے اور ان کے صاحبزادہ عزیز ڈاکٹر محمد منیر صاحب لکھتے ہیں کہ ابھی اور چندہ کی اُمید ہے۔ ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم خدام میں سے ہیں اور ان کی اولاد انشاء اللہ اپنے اخلاص میں اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے اللہ اس خاندان کو جیسے یہ اور خصوصیت حاصل ہے کہ اسکی پانچ پشتیں احمدیت سے تعلق رکھتی ہیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ آمین نویں مثال میاں محی الدین صاحب واصل باقی نویس کی بیوی اور بیٹیوں کی ہے کہ جنھوں نے اکیسو روپیہ سے زائد چندہ خود دیا ہے اور ارد گرد کے علاقہ میں مزید چندہ کی کوشش کر رہی ہیں۔ میاں محی الدین صاحب نہایت مخلص اور پرانے لوگوں میں سے ہیں اور نقل محبت رکھتے ہیں اپنی ایک بچہ کو جو بی۔ اے میں تعلیم پاتا ہے دین کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب چندہ دینے والی بہنوں کو جنکا نام یہاں نہیں لکھا جا سکا اعلیٰ درجہ کے انعامات کا وارث کرے۔ جماعت کو مدنظر رکھ کر سیالکوٹ کی جماعت کی عورتوں نے نہایت اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے شہر سیالکوٹ کے حلقہ میں اڑھائی ہزار کی رقم بصورت زیور و نقد اس چندہ میں وصول ہوئی ہے اور چودھری محمد حسن صاحب کے حلقۂ امارت سے قریباً تین ہزار کی رقم کا چندہ زیور اور نقدی کی صورت میں وصول ہوا ہے تیسرا حلقہ جو برادرم چودھری عبداللہ خان صاحب داتا زید کا کی امارت ہے اور یہی حلقہ سب سے بڑا ہے اسکے چندہ کے متعلق ابھی اطلاع نہیں ملی مگر چودھری صاحب کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس کے لئے دورہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کے نیک ثمرات پیدا کرے۔ لاہور کی جماعت جو اپنے اخلاص میں بڑھی ہوئی ہے اسکا چندہ ساتھ سو کے قریب ہوا ہے جو جہاں تک میں سمجھتا ہوں بہت کم ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے احباب نے اپنی عورتوں میں اخلاص کی روح ڈالنے کی زیادہ کوشش نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر انکو پوری طرح سلسلہ کی اہمیت سے واقف کیا جاتا تو وہ ہرگز دوسری بہنوں سے پیچھے نہ رہتیں مگر مجھے بتایا گیا ہے کہ ابھی وہاں تحریک ختم نہیں ہوئی اور میں اُمید کرتا ہوں کہ لاہور کی بہنیں اپنی مرکزی حیثیت کو ضرور قائم رکھیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارے عزیز اور مخلص بھائی امیر جماعت لاہور چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو چاہیئے کہ جماعت کے ہر حصہ کی علمی اور روحانی ترقی کی طرف توجہ رکھیں اور ہمیشہ ان کے حالی صور تو کو اپنا اسوہ بنائیں جو اسلام کی زندگی کے لئے بمنزلہ ستون کام دیتی رہی ہیں اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ دوسری جماعتیں بھی اپنے کام میں مشغول ہیں لیکن ابتک انکی رپورٹیں مکمل ہو کر نہیں آئیں اسلئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میں آخر میں اپنی عزیز بہنوں کو ایک دفعہ پھر توجہ دلاتا ہوں کہ ثواب کے دروازے کھلے ہیں کام کا بہترین موقعہ ہمیں اور تمھیں ملا ہے اپنے حصہ کا بوجھ اٹھانیکی کوشش کرو تا ہماری متفقہ کوششوں سے وہ ذمہ داری جو ہم پر ڈالی گئی ہے ادا ہو جاوے۔ اے بہنو! مومن کی ہمت کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تمھارے راستہ کے ڈلے بیشک چھوٹے ہیں اور تمھارے بٹوے تنگ ہیں مگر کیا اسکے مقابلہ میں تمھارے دل وسیع نہیں ؟ جس دل میں خدا کی محبت اور اسکا عشق اور اسکی معرفت سما گئی ہے کیا وہ زیادہ وسیع اور کشادہ ہو گا۔ پس جو چیز تم جمع کر سکتی ہو وہ دنیا کے بادشاہ بھی نہیں کر سکتے۔ اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ اگر ہم لوگ خدا کے دین کی خدمت کے لئے تم سے علیحدہ کر دیئے جاویں تو تم خود ہماری بچوں کی ایسی تربیت کر سکو کہ وہ ہم سے بڑھ کر دین پر عمل کرنے والے اور اسپر فدا ہونیوالے

۲۷۰۰۰

تبلیغ ہدایت پر سرسری نظر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی تازہ ترین تصنیف تبلیغ ہدایت بغرض ریویو آئی ہے جو میرے مکرم بھائی مولوی فخر الدین ملتانی مالک کتاب گھر قادیان نے گزشتہ جلسہ پر شائع کی ہے۔

الحکم کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ میں عام طور پر کتابوں یا دوسری چیزوں پر ریویو نہیں لکھا کرتا اسکی وجہ یہ ہے کہ ریویو کی غرض غایت لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ چند قطعی چند الفاظ لکھ دیے جایا کریں اور اسطرح پر بہترین شہتار ایڈیٹر کے قلم سے نہایت آسانی کے ساتھ حاصل کر لیا جاوے حالانکہ حقیقت ریویو اس سے بالکل الگ ہے

ریویو نگاری ایک مستقل فن ہے اور یہ آسان کام نہیں اسلیئے میں نے ہمیشہ سے اپنا طریق یہ رکھا ہے کہ بہت ہی کم ریویو کرتا ہوں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے جب نور الدین کتاب لکھی تو خصوصیت کے ساتھ مجھے کہا کہ کتاب نور الدین پر ریویو لکھو۔ اور میں نے الحکم کے چند نمبروں میں اس تصنیف لطیف پر اپنے خیالات کا اظہار بطریق ریویو نگار کیا۔ اور وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا کا ذریعہ ہوا۔

اب

ایک طرف میرے مکرم دوست کتاب گھر قادیان کا تقاضا ہے کہ میں اس کتاب پر ریویو لکھوں دوسری طرف میں اپنی علمی کم بضاعتی اور عدیم الفرصتی کو دیکھتا ہوں تو اس کتاب پر کچھ لکھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اسلیئے میں اس کتاب پر کسی وقت سرسری نظر کروں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اور

اس میں صرف دو باتوں پر نظر کروں گا

اول۔ اس زمانہ میں کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے اور ہمارے لٹریچر کی کیا حالت ہے

دوم۔ تبلیغ ہدایت کی حد و اہمیت اور اس مضمون کی دوسری کتابوں پر کیا امتیاز حاصل ہے۔ یہ دو امور بجائے خود ایک مستقل اور تفصیلی بحث چاہتے ہیں اور کتاب گھر چاہتا ہے کہ میں پہلی فرصت میں اس تفصیل کا خلاصہ کر کے

صداقت کا خون کر دوں

میں اس کتاب پر سرسری نظر جو کرنا چاہتا ہوں اور جن دو امور پر میں بحث کروں گا وہ اسکے مقتضی ہیں کہ ناظرین الحکم اس کتاب کو پہلے پڑھ لیں تب انھیں آسانی ہوگی کہ وہ میرے مضمون سے لطف اٹھا سکیں۔

تبلیغ ہدایت تجارتی نقطہ نگاہ سے تو لکھی ہی نہیں گئی۔ عالی ہمت مصنف نشر ہدایت کے لیئے ایک فطرتی جوش اور درد دل رکھتا ہے۔ اسکی رگوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت اور حمیت دینی خون کے ساتھ حرکت کرتی ہے وہ آرزومند ہے کہ۔ دنیا ہدایت کے چشمہ کی طرف آجائے

اور یہی مقصد وحید کو لے کر آپ نے اس کتاب کو لکھا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل اور رحم سے آپ کو علوم عربیہ اور انگریزی میں بھی کمال حاصل ہے اور گزشتہ چند سالہ سے آپ خصوصیت سے تفقہ فی الدین کر رہے ہیں ان حالات میں اس کتاب کے تصنیف کرنے میں زمانہ کی ضرورت پر آپ نے کافی غور کیا ہے اور یہ کتاب آپ نے تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے معقولیت اور متانت کے ساتھ ایسے اسلوب پر لکھی ہے کہ سلیم الفطرۃ انسان اسکو دلچسپی سے پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ میں ہمارا آقا یا سیرۃ خاتم النبیین لکھ کر تعلیم یافتہ طبقہ کو مذہبی لٹریچر کی طرف متوجہ کرنے میں پورے کامیاب ہو چکے ہیں اور وہ کتاب مقبول ہو چکی ہے اسلیئے اللہ کے فضل پر بھروسہ ہے کہ تبلیغ ہدایت بھی بہترین نتائج پیدا کرے گی۔

تبلیغ ہدایت ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے پس تبلیغ ہدایت ہماری رہنمائی کرے گی کہ کس طرح ہم سلسلہ کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ تبلیغ ہدایت بجائے خود ایک مبلغ اور مبلغ کا ہدایت نامہ ہے اسلیئے ہم اگر تبلیغ کا کوئی ذریعہ یا موقعہ نہیں رکھتے تو تبلیغ ہدایت کی اشاعت کے ذریعہ اس فرض سے سبکدوش ہو سکتے ہیں اور ایک ذریعہ ہر خواندہ ناخواندہ احمدی اپنے فرض سے ایک حد تک عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

اس شخص کی خوش قسمتی میں کیا کلام ہو سکتا ہے جو چند پیسوں کے خرچ سے خدا تعالیٰ کے حضور اس فرض کے ادا کرنیکی عزت حاصل کرے جو تبلیغ و اشاعت سلسلہ کا ہے۔

کتاب کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے تفصیل نما اجمال سے کسی دوسرے وقت کروں گا سردست میں اس امر کے کہنے میں مضائقہ اور تامل نہیں کرتا کہ

یہ پہلی کتاب ہے جو تبلیغ سلسلہ کے لیئے زمانہ موجودہ کے مذاق پر لکھی گئی ہے

ہمارے یہاں مباحثہ کی کتابیں تو کثرت سے مل سکیں گی لیکن سلسلہ کو دوسرے علمی اثر ذخیروں کے لیئے کوئی کتاب میری نظر سے ابتک نہیں گزری۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد لکھی گئی ہو۔ لیکن ہمارے علم میں کوئی ایسی ہے کہ ایسی مفید کتاب کی اشاعت چند سو کے اندر محدود ہو۔ اور وہ بھی جماعت ہی میں۔

بیشک یہ کتاب جماعت کے بھی فائدہ کے لیئے لکھی ہے کہ وہ اس سے اس علمی کلام کو سیکھیں جسکے ذریعہ ہم سلسلہ کو دوسروں کے سامنے پیش کر کے انہیں معقولی اور اخلاقی طور پر متوا کر سکتے ہیں۔ لیکن اصل غرض اس کتاب کی تالیف اور اشاعت سے یہ ہے کہ

ہم اس مخلوق کو سلسلہ سے واقف کریں جو تعلیم یافتہ طبقہ میں ہو لیکن ہم سے ناواقف ہے

خدا تعالیٰ تو مصنف کو بہتر سے بہتر اجر دے فضل سے نوازے گا اور اسکی محنت اپنا نتیجہ پیدا کرے گی مگر ہم خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ اگر

۱۰ اس کتاب کی اشاعت میں ہمنے کمی کی

میرے خیال میں کم از کم کئی ہزار جلد اس کتاب کی تمام تعلیم یافتہ اسلامی ہند میں تقسیم ہونی چاہئیں۔ اور یہ غریب پبلشر کتاب کو مفت تقسیم کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کام جس صیغہ تالیف و اشاعت کا جو سلسلہ کے اشاعتی بورڈ کا نام ہے یہ زمانہ تبلیغ و اشاعت کا ہے۔ گورنمنٹ باوجود اپنے اقتدار و اثر کے پبلسٹی بورڈ ہر صوبہ میں قائم کرنے پر مجبور ہے۔

کانگرس اور خلافت کمیٹیاں اپنے مقاصد کے پراپوگنڈا کے لیئے بیدریغ روپیہ خرچ کر رہی ہیں اور یہ خرچ ضائع نہیں ہوتا اسی طرح پر

یہ امن تبلیغ کا یہ بہترین ذریعہ ہے

اگر کم از کم پانچ ہزار کا ایک ایڈیشن اس کتاب کا مفت اشاعت کے لیئے چھاپا جائے تو یہ اغلب ہے کہ تین ہزار روپیہ میں وہ تیار ہو سکتا ہے۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ اتنی بڑی جماعت

تین ہزار روپیہ نہ دے سکے

اسوقت کم و بیش تین سو کے قریب انجمنیں سلسلہ کی ہیں اگر ان میں سے وہ دس روپیہ بھی دیں تو ایک دن میں تین ہزار کی رقم جمع ہو سکتی ہے اور پھر اس کتاب کا وہ ایڈیشن مفت اشاعت کے لیئے چھاپکر تقسیم کا انتظام ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے ہر صوبہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے حلقہ میں یہ کتاب پھیلائی جا سکتی ہے۔

میں اس خصوص میں سلسلہ احمدیہ کے تعلیم یافتہ طبقہ سے خطاب کرتا ہوں وہ اپنے ہم جنسوں کے لیئے ہم پر جو ایک خاص حق رکھتے ہیں اور خدا کے فضل سے بہت بڑی جماعت تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ہے جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزندوں کا ایک کثیر جماعت ہے۔

اگر صرف وہی اس کام کو اپنے ذمہ لیں اور تین ہزار روپیہ جمع کر کے اس کتاب کو شائع کریں تو جیسے یورپ کی مسجد سلسلہ کے خوابیں بنا رہی ہیں یہ کتاب مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزندوں کا ہدیہ ہوگا وہ تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کر کے کیا مدرسہ تعلیم الاسلام کے فرزند اس آواز کو سنیں گے اور کیا مدرسہ کے ناظم کوشش کرینگے کہ وہ اس آواز کو ان تک پہنچا دیں؟

الحکم پہلی آواز کو شوق سے سننے کا اور مدد دینے کا

میں نے لکھنے کا ارادہ تو کیا تھا کہ تبلیغ ہدایت پر سرسری نظر ڈالوں مگر اس کتاب کا دلچسپ طرز بیان اور اسکی اہمیت کے ساتھ جامعیت نے میرے ولولہ اور امنگ اشاعۃ کو تیز کر دیا اور میں اسی تحریک کے لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ اسلیئے اصل مضمون پر کسی دوسری فرصت میں لکھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

مجھے اس تحریک کو جاری رکھنا چاہیئے کہ

پانچ ہزار شائع ہو جائے

یہ کتاب کتاب گھر قادیان سے بقیمت عجہ فی جلد ملتی ہے احباب اسکو ضرور منگوائیں اور دوستوں کو ہدیہ دیں۔

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ورق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی ایک شان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اور دنیا کے سید و مقتدا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت اور عشق تھا اسکی نظیر اس زمانہ میں نہیں پائی جاتی چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ✤ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آپ کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں نام اور ذکر آتا ہے اسوقت آپکی حالت بالکل اور ہو جاتی ہے۔ محبت و خدائیت کا ایک سمندر ہے جو موجیں مار رہا ہے عربی۔ فارسی اردو میں جو مدح آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے وہ ایک جدی شان اپنے اندر رکھتی ہے۔

میں اسوقت آپکے نعتیہ کلام پر کچھ بحث نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں آپکے واقعات زندگی میں سے ایک واقعہ پیش کر کے دکھانا چاہتا ہوں کہ دنیا کی تمام محبوب ترین چیزوں میں آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود پیارا تھا۔ اور آپ کے لیئے اسقدر غیرت اور جوش تھا کہ اسکے لیئے سب کچھ قربان کر دینے کو ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور یہ محبت یہ عشق ایک معرفت کا رنگ رکھتا تھا۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کو جس رنگ میں آپ نے ظاہر کیا تیرہ سو سال کے اندر اس کی نظیر نہیں ملتی

جس واقعہ نے مجھے سیرت کے اس ورق کی اشاعت کی تحریک کی وہ آپکی زندگی کے ان ایام کا واقعہ ہے جبکہ آپ نے نہ کوئی دعویٰ کیا تھا نہ دنیا آپ سے واقف تھی بلکہ براہین احمدیہ بھی ابھی لکھی نہ گئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک چچا مرزا غلام حیدر مرحوم تھے۔ یہ وہی مرزا غلام حیدر مرحوم تھے جن کے مکان میں آجکل حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ انکی اہلیہ بی بی صاحب جان تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے منہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ باوجود اس رقق و نرمی کے جو آپ کی طبیعت میں تھی۔ اور باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا رکھتے تھے۔ اس بات کا اثر آپکی طبیعت پر اسقدر ہوا اور اسقدر بیتابی آپ کے قلب میں پیدا ہوئی کہ اس کا رنگ آپ کے چہرہ مبارک سے نمایاں تھا۔ وہ غصہ سے تمتما رہا تھا۔ اس حالت میں آپ نے کھانا بھی چھوڑ دیا محض اسلیئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیوں بے ادبی ہوئی۔

اسقدر رنج آپ کو ہوا کہ الفاظ اس کے اظہار کی قدرت نہیں رکھتے مخدومی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر جو اس روایت کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کو بہت ہی غصہ تھا۔ اور انھوں نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر اُن کے یہاں کا کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔

یہ ایک ہی واقعہ آپ کی زندگی کا نہیں اس قسم کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں جنمیں غیرت اسلامی کا ایک خاص شان نظر آتی ہے۔

ایک دفعہ بمقام لاہور پنڈت لیکھرام آریہ مقتول نے آپکو اگر سلام کیا (یہ ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے) اور آپ نے اسکی طرف آنکھ اٹھا کر ایک مرتبہ دیکھ کر پھر نہ دیکھا اور نہایت غصہ کا اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجکو سلام کرنے کے لیئے آیا ہے۔ میں ایسے شخص کا سلام نہیں چاہتا۔

اسی سال جبکہ جنگ مقدس ہوا یعنی عیسائیوں سے بمقام امرتسر مباحثہ ہوا تو عیسائیوں نے چاند کی دعوت پر آپ کو اور آپ کے رفقاء کو بلانا چاہا۔ آپ نے محض اسی بنا پر انکار کر دیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بے ادبی کرتے ہیں

اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا کہتے ہیں اور مجھے چاند کی دعوت دیتے ہیں۔ میں نہیں پسند کرتا۔ ہماری غیرت تقاضا ہی نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھیں سوائے اسکے کہ ہم اُن کے غلط عقائد کی تردید کریں۔

پھر آریہ سماج لاہور کے جلسہ پر جب آپ نے اپنا مضمون سنانے کے لیئے حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معہ ایک جماعت کے بھیجا اور آریوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دل آزار کلمات بولے تو آپ کو یہ سُنکر بہت رنج ہوا کہ

کیوں جماعت کے لوگ وہاں بیٹھے رہے

باوجودیکہ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ بہت احترام فرماتے تھے اور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے مگر اس فروگزاشت میں جو ہم سب سے ہوئی تھی آپ نے کسی کی بھی پروا نہیں کی۔ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت خلیفۃ ثانی بھی اس وفد میں تھے اسوقت وہ واپس آنا بھی چاہتے تھے مگر ایک دوست نے یہ کہہ کر کہ راستہ نہیں ہے (اور فی الواقعہ نہیں تھا) ان کو بھی اُٹھنے نہ دیا۔ باوجودیکہ آپ کو بہت محبت کی نظر سے دیکھتے تھے مگر یہ غلطی انکی بھی قابل معافی نہ سمجھی گئی ان سے بھی جواب طلب کیا کہ کیوں تم اس مجلس سے نہ اُٹھ آئے جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوئی تھی۔ غرض اس شان کے ظہور کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں اور شرح و بسط کے ساتھ میں انکو آپ کی سیرۃ کی

شمائل و اخلاق

میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھوں گا۔

کاش! وہ جو عداوت اور مخالفت کی نظروں سے آپ کو اور آپ کے سلسلہ کو دیکھتے ہیں ان واقعات پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسقدر فنا اور گمشدہ ہے وہ انسان جو اپنے لیئے اسقدر غیرت اور جوش رکھتا ہے کہ اپنے عزیزوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے محض اس بنا پر کہ ان میں سے

کسی نے دانستہ یا نادانستہ سوء ادبی کی

وہ جو اپنے ایک اخص مخلص اور وفادار اور جان نثار دوست اور خدا تعالیٰ کی بشارت کے ایک موعود بیٹے اور ایک گروہ پر محض اسلیئے ناراض ہو جاتا ہے کہ کیوں انھوں نے اس مجلس کو نہیں چھوڑا جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف بے ادبی کے کلمات بولے گئے۔

وہ اسلام کی حقیقی روح ہے یا اسلام کا دشمن!

آہ! حق و صداقت کے دشمنوں نے ہمیشہ اپنے محسنوں کو دشمن سمجھا اور ان کی خوبیوں اور کمالات کو عداوت کی تاریکی میں معائنہ کیا۔

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدائیو! آپ کی سیرۃ کے اس ورق کو پڑھتے ہوئے اپنے اندر بھی غیرت اور رنگ پیدا کرو کہ یہی

راہ یار کو پانے کی ہے

کیونکہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ کے محبوب بن جاؤ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔

سب جماعتیں زیور مسجد برلن فروخت کر کے رقم ارسال فرماویں

اس سے پیشتر حضرت خلیفۃ المسیح نے شائع فرمایا تھا کہ احباب مسجد برلن کا زیور مضبوط ڈبوں میں بند کر کے دفتر نظارت بیت المال قادیان کو نام ارسال کریں مگر اب حسب مشاورت حضور یہ اطلاع سب جماعتوں کو دیجاتی ہے کہ

چندہ میں جو زیور آویں ان کے فروخت کی اجازت مقامی انجمنوں کو مندرجہ ذیل شرائط پر دی جاتی ہے۔

(۱) ہر ایک زیور جسکی طرف سے ملا ہے اسکے نام کے آگے وہ زیور اور اسکی جو قیمت آئی ہو وہ لکھ کر فہرست بنائی جاوے۔ (یعنی ہر زیور کی قیمت معلوم ہونی چاہیئے اکٹھا فروخت نہ ہو) تا یہ معلوم کرنا کہ کس کی طرف سے کیا رقم ملی ہے

(۲) زیور کے فروخت کا انتظام امیر جماعت یا پریزیڈنٹ بمعیت سیکرٹری یا محاسب اور دوسرے منتخب شدہ ممبروں کے کرے۔ (یہ ممبر وہاں کی کمیٹی اس غرض واسطے چن لے) تا کہ کسیکو اعتراض نہ ہووے۔ کہ زیور سستا فروخت کر دیا گیا ہے۔ اور چاہیئے کہ یہ لوگ کاغذ پر دستخط کریں کہ ہمنے اسکی قیمت کا پورا اطمینان کر لیا ہے کہ ارزاں فروخت نہیں ہوا ہے۔

المعنی

عبد

ناظر بیت المال قادیان

فضیلت قرآن مجید

کسی کلام اور کتاب کے حسن اور خوبی کو معلوم کرنے کے لیئے اور اس امر کو دیکھنے کے لیئے کہ اس کتاب میں کس قسم کے علوم اور معارف ہیں دو ذریعہ ہوتے ہیں جن سے انسان اس کتاب کی خوبی اور حسن کو معلوم کر سکتا ہے۔ ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ انسان خود اس کتاب کا مطالعہ کرے اور اسکو گہری نظر سے دیکھ کر اسکے حسن یا قبح کا پتا لگائے اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ وہ کلام اور کتاب کسکی طرف منسوب ہیں اگر اس کتاب کا مصنف ایک ایسا وجود ہو کہ جسکی لیاقت اور علمیت پردہ خفا سے نکل کر نمایاں طور پر ظاہر ہو گئی ہو اور اسکی قابلیت کو لوگ تسلیم مسلم ہو تو ایسے شخص کا کلام جب ہم سنیں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ اس نے کوئی کتاب تصنیف کی ہے تو یہ سنتے ہی ہم کو اس کتاب کے متعلق یقین ہو جائے گا کہ اعلیٰ اور بلند پایہ کی وہ کتاب ہو گی۔

ان دو اصولوں سے جب ہم قرآن کریم کی طرف غور کرتے ہیں تو اسکی افضلیت اور اعلیٰ اور بیمثل ہونا نصف النہار کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ سب سے پہلے میں دوسرے طریقہ کو لے کر قرآن شریف کی افضلیت بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن شریف افضل اور اعلیٰ کتاب اسلیئے ہے کہ اسکا نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسلیئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔

سوال۔ اسجگہ طبعاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمکو کیسطرح معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس جب تک اس کا ثبوت نہ ملجائے فقط یہ کہنے سے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اُتارا ہے اس لیئے یہ افضل ہے درست نہیں۔

جواب۔ اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت اس کی علیم ہونا بھی ہے کہ ہر جیسا علم کسی ایک کا بھی علم نہیں ہے۔ جسطرح وہ اپنی ذات میں واحد ہے اور اسکی ذات کی مانند نہ دنیا میں کوئی اور ذات نہیں پائی جاتی اور جسطرح وہ اپنی صفات میں واحد ہے کہ اسکی صفات جیسی اور کسی میں صفات نہیں پائی جاتیں اور جس طرح وہ اپنے افعال میں واحد ہے اور کسی افعال میں جیسے افعال ہیں پائے جاتے اس طرح اُس کے علم کی طرح کسی کا علم نہیں ہے اور وہ اس صفت میں واحد ہے پس کسی ایسی کتاب کے لیئے جو اللہ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرے ضروری ہے کہ اس میں علم الٰہی جلوہ گر ہو اور اسمیں جس قسم کے علوم ہوں ویسے کسی اور کتاب میں نہ پائے جاتے ہوں پس ہم اس معیار کے ماتحت قرآن شریف کو دیکھتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ آیا قرآن شریف اس معیار پر اُترتا ہے یا نہیں۔

قرآن شریف کا دعویٰ ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ ترجمہ اے رسول تو ان کو کہدے کہ اگر جن و انس سب اکٹھے ہو جائیں اور ہم کلام جیسی کوئی کتاب لے آئیں تو وہ اسکی مانند نہیں لا سکیں گے اگرچہ بعض ان کے بعض کے مددگار بھی ہو جائیں۔ پھر دوسری جگہ تحدی کی اور کہا کہ اس قرآن کی دس سورتوں کی مانند ہی بنا کر لے آؤ تو سمجھ لیا جائے گا کہ فلاں قرآن انسانی کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ پھر پہلے سیپارہ میں صرف ایک ہی سورۃ کے بنا لانے کے لیئے چیلنج دیا کہ چلو ایک ہی سورۃ اس جیسی بنا لاؤ۔ پس اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا بلکہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو ضروری تھا کہ لوگ اس جیسا کلام بنانے پر قادر ہو جاتے اور بنا کر پیش کر دیتے مگر باوجود تحدی کرنے کے اور غیرت دلانے کے پھر بھی کسی کا مقابلہ کے لیئے باہر نہ نکل سکنا یہ بیّن ثبوت اس امر کا کہ وہ اس جیسا کلام کے بنانے کے لیئے عاجز تھے اور ہرگز ہرگز اس جیسا کلام کے بنانے پر قدرت نہ پاتے تھے۔

پھر دوسری صفت اللہ تعالیٰ میں علم غیب ہے یعنی وہ امور اور واقعات جنکا ابھی ظہور نہیں ہوا اور آئندہ ظاہر ہونے والے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ قبل وقوع نہ قیاس سے معلوم ہو سکتے ہیں نہ کوئی تجربہ انکو معلوم کر سکتا ہے ایسے امور کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا پس اگر کسی کلام میں ایسے امور کی انکے وقوع سے پہلے خبر دی ہوئی ہو اور وہ امور اپنے اپنے وقت پر اسطرح ظاہر ہو جائیں جسطرح کہ ان کے متعلق خبر دی ہوئی ہو تو یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے گا کہ وہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ وہ کلام ایسی خبروں پر مشتمل ہے جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی انسان نہیں جانتا پس جب ہم اس معیار کے مطابق قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہم کو قرآن شریف کے من جانب اللہ ہونے پر ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ بیسیوں ایسی خبریں موجود ہیں جنکی اطلاع قرآن شریف میں قبل از وقت دیگئی تھی اور وہ اپنے وقت پر پوری ہو میں اور ہو رہی ہیں اور بعض آئندہ کے متعلق ہیں جو یقیناً یقیناً پوری ہونگی چنانچہ میں صرف طوالت مضمون کے خوف سے اسوقت دو پیش گوئیوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس و الشھر الحرام و الھدی و القلائد ذلک لتعلموا ان اللہ یعلم۔ اس جگہ خانہ کعبہ کے وجود کو پیش کیا ہے کہ یہ گھر ہمیشہ کے لیئے لوگوں کے واسطے ٹھہرنے کی جگہ ہے گا اور وہ اسکا موجب ہو گا کہ لوگ ہمیشہ اسمیں ہر سال قربانیاں گزارنے کے لیئے آئیں گے اور وہاں ہمیشہ حج ہوتا رہے گا اور وہ لوگوں کا دینی و مرکز بنا جائے گا۔ دیکھو کس طرح اس خبر کی تصدیق آج تک جسکو تیرہ سو برس گزر گئے ہیں ہو رہی ہے اور ہر سال سینکڑوں اور ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کہ معمولہ میں لوگ حج کرنے کے لیئے جاتے ہیں۔ دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ بڑی بڑی مضبوط اور بلند عمارتیں بناتے ہیں جو آسمانوں تک بلندی میں پہنچنے والی ہوتی ہیں اور بڑے مضبوط قلعے بناتے ہیں مگر ابھی بہت عرصہ نہیں گزرتا کہ وہ کھنڈرات بجاتے ہیں اور ویران ہو جاتے ہیں مگر اس گھر کے متعلق تیرہ سو سال سے خبر دی گئی ہے اور یہ جگہ نہایت ہی محفوظ اور پر امن ہے جیسا کہ اسکے متعلق پیشگوئی تھی۔ پس یہ اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اگر انسانی ہوتا تو یہ پیشگوئی کبھی پوری نہ ہوتی ورنہ ہم کو کوئی ایسی جگہ بتلائی جاوے جسکے متعلق کسی انسان نے ایسی پُرزور الفاظ سے پیشگوئی کی ہو اور اس نے اپنی عقل سے کی ہو اور وہ ویسے ہی پوری ہو جائے۔

پھر دوسری یہ ہے کہ فرعون جب سمندر میں غرق ہونے لگا تو قرآن میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو کہا کہ **الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایۃ** کہ اے فرعون تیرے بدن کو ہم محفوظ رکھیں گے اور وہ ضائع نہیں ہو گا تا کہ آنیوالوں کے لیئے وہ ایک نشان ہو۔ سو یہ عظیم الشان خبر جو قرآن میں فرعون کے متعلق بیان کی گئی تھی جسمیں یہ واضح کیا گیا ہے کہ فرعون کا جسم ہمیشہ کے لیئے محفوظ رہے گا اور وہ ضائع نہ ہو گا پس یہ جو آئندہ کے متعلق فرعون کے جسم کو محفوظ رہنے کے بارہ میں قرآن نے خبر دی اگر یہ کلام اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اسکی طرف سے نہ تھا تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ جو عظیم الشان خبر جو آئندہ کے متعلق دی گئی ہے کسی انسان کی طاقت تھی کہ اس کو بیان کرے۔ سو آج ہم دیکھتے ہیں کہ مصر میں اس فرعون کی لاش پڑی ہوئی ہے اور کئی دواؤں سے اسکے جسم کو محفوظ رکھا ہوا ہے چنانچہ کئی آدمی اسکے دیکھنے کے لیئے دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں حالانکہ اس فرعون سے پہلے کئی فرعون آئے اور بعد میں بھی کئی فرعون ہوئے لیکن اگر کسی کے جسم کو محفوظ رکھا گیا تو صرف اسکے جسم کو جس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی

اسجگہ ایک طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے سو اسجگہ مذکورہ بالا بیان سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو صرف یہی کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے مگر علاوہ اسکے اور بھی تو اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی کتابیں ہیں جنکو خود مسلمان مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی نازل ہوئی ہیں۔ پھر قرآن کا سب سے افضل ہونا کسطرح ثابت ہو سکتا ہے۔

اما الجواب۔ اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلی کتب یعنی توریت و انجیل وغیرہ گو اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے مگر وہ ہدایات مختص الزمان و مختص القوم تھی اسلیئے انکے اور ہدایات بھی انہیں اقوام کے حالات کو مدنظر رکھ کر بیان کی گئی تھیں مثلاً توریت جو موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کی کتاب دیگئی تھی تو یہ چونکہ صرف ایک ہی قوم یعنی بنی اسرائیل کے لیئے تھی اسلیئے اسوقت جو بنی اسرائیل میں نقائص تھے انکی اصلاح اسمیں بتلائی گئی تھی چنانچہ اسمیں سختی کی تعلیم کا بہت زور تھا اور انتقام کا حکم تھا اور عفو کی تعلیم نہ تھی کیونکہ بنی اسرائیل بہت عرصہ دراز سے فرقوں کے ستم اور انکی غلامی کے نیچے آکر دلیری اور جرأت کو بالکل کھو بیٹھے تھے اور بزدلی انکی جگہ لے چکی ہوئی تھی۔ پس اسحالت کو مدنظر رکھ کر ضروری تھا کہ اس زمانہ میں انتقام کی تعلیم دی جاتی تا کہ یہ نفس اسقدر دب جائے